راہنما تھے، بہت اچھے عالم دین اور دارالعلوم حقانیہ کے مشائخ واساتذہ کے عقیدتمند تھے۔ اُن کی سرپرستی اور راہنمائی میں ہم نے اپنے جہادی مہمات کو آگے بڑھایا ـــــ ہم دن کو دیگر لوگوں اور عوام کی طرح اپنے گھروں میں رہتے، بھیس بدل کر شہر کے حالات کا جائزہ لیتے اور رات کو مجاہدین کر دشمن کے مراکز پر حملہ آور ہوتے اور یہ دور بہت سخت اور صبر آزما تھا، اپنے بھائی پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا۔

سوال :۔ بندوق اور کلاشنکوف کیسے آپ کے ہاتھ لگی؟

جواب :۔ جی ہاں! جب ہم نے اپنے مہمات کو قدرے منظم کیا اور اہل اسلام اور افغان ملت کے بزرگوں نے ہمارے مؤقف کو سمجھا تو پھر اپنے مسلمان بھائیوں کے تعاون سے ہم نے گلٹی بندوق، درہ کا مال اور عام مروجہ قومی اسلحہ حاصل کیا، دشمنوں پر اس سے حملہ آور ہوتے اور خدا کے فضل سے جب فتح اور غلبہ حاصل ہوتا تو مال غنیمت میں دشمن کا جدید ترین آتشیں اسلحہ بھی حاصل ہوتا۔

بہرحال ہم نے صابن اور پٹرول کی بوتل سے جہاد کا آغاز کیا تھا اور اب الحمدللہ جدید ترین اسلحہ اور دشمن سے بھرپور مقاومت کی عزت تک اللہ نے پہنچا دیا۔

سوال :۔ جہاد کے صعب ترین حالات اور دشمن کے تسلسل سے حملوں کی وجہ سے کبھی آپ کو مایوسی بھی ہوئی؟

جواب :۔ مسلسل گیارہ سال سے دشمن سے نبرد آزما اور مصروف کار ہیں۔ اس دوران مشکلات بھی آئیں، خود میرے اپنے مورچہ اور محاذ جنگ میں میری کمان کے نیچے کام کرنے والے قریب ترین ساتھی ڈیڑھ سو سے زائد شہید ہو چکے ہیں، ان کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا، مناظر دیکھے مگر بحمداللہ کسی بھی مرحلے اور موقع پر مایوسی نہیں ہوئی اور شوق جہاد کمزور نہیں ہوا۔ ہاں بعض اوقات شدت کی جنگ میں تھکان ضرور محسوس ہوئی، جسمانی تکلیف نے فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھا مگر یہ چند لمحوں کی بات ہوتی ہے ایمانی جذبات اور روحانی کیفیات دائمی رہتی ہیں۔ ہمت جوان ہے اور مسلسل جہاد میں رہنا طبیعت ثانیہ بن چکا ہے۔

سوال :۔ اب آپ نے تین ماہ سبزدہ، کوہ صافی، ولایت کابل کے محاذ جنگ پر گذارے تو کیا کارگذاری رہی؟

جواب :۔ کابل ایئرپورٹ پر ۱۰ / ۱۵ مرتبہ مضبوط اور مؤثر حملے کیے منظم جہادی مہمات پر بھرپور توجہ دی، ہم نے ہفتہ کے تمام ایام کو جہادی مہموں اور مسلسل جنگ کے سلسلہ میں اپنی ترجیحات اور مقاصد کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دیا ہوا ہے جس کی تفصیلات اور روزانہ کی کارگذاری اور مہمات کا تعین قابل افشا نہیں۔ تاہم نجیب حکومت، ایئرپورٹ اور حکومت کی فوجی اہمیت کے مراکز ہمارے اہداف کا نشانہ ہوتے ہیں جس میں الحمدللہ اچھی خاصی کامیابی

حاصل رہی ہے ۔

ہمارے محاذِ جنگ سرزدہ کوہ صافی پر دشمن نے بھرپور حملے کیے، کئی بار یلغار کی مگر بحمد اللہ ہر بار ذلیل ترین شکست کھائی، دشمن کو بھاری جانی مالی نقصان اٹھانا پڑا، بلکہ گذشتہ دنوں جب دشمن نے حملہ کیا تو انہیں مجاہدین کی جوابی کاروائی میں دشمن کیلئے اپنے زخمی اور ہلاک شدگان کو سنبھالنا بھی مشکل ہوگیا اور اب تک ان کے ڈھانچے اور لاشیں پڑی ہوئی ہیں ۔

ہمارا محاذ افغانستان کے دارالحکومت کابل سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ہم آٹھ سال سے اس محاذ پر لڑ رہے ہیں۔ روسیوں نے بارہا اس پر یلغار کی، بمباری کی، مکھیوں اور پرندوں کی طرح جہاز آئے مگر خدا کے فضل سے ہمیں ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹا سکے ۔

سوال :۔ کویت پر عراقی حملے اور خلیج کے بحران کے بارے میں مجاہدین کے تاثرات کیا ہیں ؟

جواب :۔ مجاہدین کے جذبات پہلے سے قوی اور یقین میں پختگی آگئی ہے ۔ امریکہ جب سے خلیج میں در آیا ہے اور عراق نے جب سے کویت پر ظالمانہ بربریت کی ہے، مجاہدین کے ارادوں اور عزائم میں وسعت آگئی ہے، اب ان کی نظریں صرف افغانستان کی آزادی پر مرکوز نہیں، وہ روس میں تمام اسلامی ریاستوں کی آزادی سمیت خلیج میں تمام ظالم قوتوں سے جہاد کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ عراق کے ظالمانہ اقدام کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ عربوں کو افغان مجاہدین کی طرح اپنی آزادی اور دفاع کی جنگ خود لڑنا چاہیئے تھا ۔

سوال :۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے ان کی حیات میں جہادی امور میں آپ حضرات کی ملاقات و مشاورت ہوا کرتی تھی، اس کی کچھ یادیں ؟

جواب :۔ ہم جب بھی محاذِ جنگ پر جہاد کے لیے جاتے تو حضرتؒ سے مشورہ کرتے پھر تاریخ کا تعین ہوتا، حضرتؒ سے دعائیں لیتے۔ حضرتؒ گرانقدر مشوروں، مفید آراء کے ساتھ ساتھ روحانی وظائف اور حفاظتی تدابیر سے نوازتے۔ اُن کا ارشاد تھا کہ میں تمہاری مقاومت، بہادری استقامت اور جہادی مہمات پر فخر کرتا ہوں اور اسی کو ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔ حضرتؒ ہمارے بہت بڑے سرپرست اور مستجاب دعاؤں کا مرکز تھے، انکی وفات سے پاکستان اور عالم اسلام کے علمی حلقوں کو یقیناً بہت بڑا صدمہ ہوا ہے مگر سب سے بڑا صدمہ ان مجاہدین نے محسوس کیا جو روسی دشمن سے محاذِ جنگ میں برسرِ پیکار تھے ۔

سوال :۔ یہ جو چند روز سے آپ کے ہاں مختلف جنگی محاذوں کے کمانڈروں کی میٹنگیں ہو رہی ہیں ان کا کیا پس منظر ہے ۔

جواب :۔ اس میں بہت سی باتیں قابلِ افشاء اور قابلِ اشاعت نہیں ہیں، تاہم ہمارا سب کا مرکزی ہدف

قومی وحدت ہے، یہ شوریٰ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ ہم ایک مضبوط قومی جرگہ تشکیل دے رہے ہیں جو اپنے حقوق کے تحفظ، قومی شوریٰ میں مؤثر کردار، قومی خدمت اور جہادی مہمات کی کامیابی میں مؤثر کردار ادا کرے گا۔
ہم چاہتے ہیں کہ محاذِ جنگ کی طرح قومی اور علاقائی خدمات اور مسلمانوں کی دنیوی ضروریات کا بھی شرعی حدود کے اندر رہ کر بھرپور تحفظ کیا جائے اور ان کے جائز حقوق کی جنگ لڑی جائے۔ یہ کمانڈروں کی سطح کا مضبوط اور مربوط اتحاد ہے، اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوئے۔ دشمن کو اس سے بہت تکلیف ہوئی اور اس اتحاد کی برکت سے فتوحات میں کثرت ہونے لگی۔ اس شوریٰ کی تشکیل میں زیادہ تر مؤثر کام مولانا جلال الدین حقانی کا ہے۔

سوال:۔ موجودہ حالات میں مجاہدین کی پوزیشن کیا ہے؟

جواب:۔ خدا کا فضل ہے مجاہدین کی پوزیشن مضبوط ہے۔ افغان مجاہدین جنہیں سر چھپانے کیلئے جگہ نہیں ملتی تھی، اب ہم افغانستان میں بنجر زمین آباد کر رہے ہیں۔ پہلے ہم جن دشوار گذار راستوں پر خچروں پر اسلحہ اور سامانِ رسد پہنچاتے تھے اب ہم آسانی ٹراکٹروں اور گاڑیوں میں اسلحہ پہنچاتے ہیں۔ اسّی فیصد افغانستان پر مجاہدین کا تسلط ہے۔

سوال:۔ محاذِ جنگ یا جن مقامات پر افغان مجاہدین کا تسلط ہے تو وہاں باہمی تنازعات کس طرح حل ہوتے ہیں؟

جواب:۔ خدا کا فضل ہے کہ محاذ پر جھگڑوں اور باہمی اختلافات کے مواقع کم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی صورت پیش آبھی جائے تو وہاں ہمارے علماء ہیں، قاضی ہیں جو قرآن و سنت کی روشنی میں تنازعات کے فیصلے کرتے ہیں۔

جب دشمنوں پر کاری ضرب لگانے کی رائے پر اتفاق ہوتا ہے کہ مختلف محاذات کے کمانڈر باہمی اتفاق سے اقدام کرتے ہیں۔ سبز دہ کوہ صافی ہمارا مضبوط مرکز ہے ابتدائے روز سے تا ہنوز محاذِ جنگ کے کمانڈروں میں بھرپور اتحاد ہے۔ ہم باہمی تنازعات کے فیصلے بھی وہاں کے اپنے قضاۃ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں، البتہ جب کبھی مشکل مسئلہ پیش ہوتا ہے تو اپنی تنظیموں کے اکابر سے استفتاء کرتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

سوال:۔ آپ کے محاذِ جنگ کے معمولات کیا ہیں؟

جواب:۔ ہمارا عام معمول یہ ہوتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد سارے رفقاء حسبِ توفیق تلاوتِ قرآن کر کے ختم القرآن مکمل کر لیتے ہیں، پھر اپنے امیر کے حکم اور ہدایات کے مطابق دشمن کے ساتھ محاربہ کے لیے اپنی کاروائیاں کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر عصر کے وقت کوئی مہم نہ ہو تو مغرب تک کا وقت تلاوت اور ختم القرآن میں گذرتا ہے ۔۔۔ تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ اور اللہ کی ذات پر اعتماد کی یہ برکتیں ہیں کہ جب دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے

اور گھتم گھتا معارکہ ہوتا ہے، اس کی اندھا دھند بمباری اور فائر نگ ہوتی ہے تو ہم میں سے ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ اس جنگ میں ہمارا شاید ایک ساتھی بھی زندہ نہ بچا ہو، مگر جب لڑائی کے بادل چھٹتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب بالکل محفوظ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو یہ سُن کر مسرت ہوگی کہ ہمارے کوہ صافی کے محاذ جنگ پر تمام مجاہدین متشرع ہیں، ایک مجاہد بھی ایسا نہیں جس کی داڑھی نہ ہو۔ ہمارے پورے محاذ پر شاید ہی دو آدمی ایسے ہوں جو سگریٹ پیتے ہوں اور وہ بھی چھپ کر۔

سوال:۔ جہادِ افغانستان میں مسلسل دشمن کے حملوں میں اہم معرکہ کب ہوا؟

جواب:۔ سخت حملہ اور معرکے کی لڑائی ژاور کے محاذِ جنگ پر ہوئی جب دشمن نے اپنی پوری قوت ڈال کر یلغار کردی تھی، یہ جنگ ۲۹ دن تک جاری رہی، یہاں کی کمان مولانا جلال الدین حقانی اور دیگر سپہ سالار کر رہے تھے، مجھے بھی اس میں حصہ لینے کی توفیق ہوئی، اس جنگ میں میرے ماموں شاہ محمد صاحب شہید ہوئے۔

سوال:۔ میدانِ کارزار اور شہدائے جہاد کا کوئی ایسا واقعہ جو آپ نے دیکھا ہو اور ایمان کی تازگی کا ذریعہ ہو؟

جواب:۔ خدا کا فضل ہے ہر لحہ حیرت انگیز اور ہر قدم ایمان کی تازگی کا ذریعہ ہے۔ ایک مرتبہ وہ سبز کوہ صافی کے محاذ پر جب شدت کی جنگ ہوئی تو ایک مجاہد ہم سے گم ہوگیا۔ رفقاء نے اس کی بڑی تلاش کی مگر وہ نہ ملا، سب کا خیال یہی تھا کہ دشمن شہید کی لاش کو ساتھ لے گیا ہوگا۔ مگر اس واقعہ کے ۹ دن بعد ہم نے اتفاقاً اس مفقود شہید کی لاش کو پہاڑ کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا جس کی روح نکل گئی تھی مگر جسم صحیح سالم اور تر و تازہ تھا۔ شہید ہمارے کمانڈر حاجی محمد حکیم کے بھتیجے تھے۔ ساتھیوں نے دیکھا کہ شہید کے اطراف میں بندوق کی آٹھ نو سو گولیوں کے خالی خول پڑے ہوئے ہیں۔ تو اس سے رفقاء نے یہی اندازہ لگایا کہ شہید دشمنوں میں گھر جانے کے باوجود بھی آخری دم تک جوابی فائرنگ کرتے رہے حتیٰ کہ شدید زخمی ہوگئے اور جب انہیں اندازہ ہوگیا کہ اب زندہ رہنا مشکل ہے تو محفوظ پناہ گاہ میں خود پہاڑی کے ساتھ تکیہ لگا کر کھڑے ہوگئے اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

صرف میں ہی نہیں، یہ جو ہمارے ہاں مجاہدین بیٹھے ہیں سب اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ اس سے مجاہدین کے شوقِ جہاد میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

ہمارے منطقہ میں شہداء جہاد کا مشہور قبرستان ہے جسے جوزک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ہمارے پورے علاقہ میں زمین اور پہاڑوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں دشمن کی گولی نہ لگی ہو اور جہاں بمباری نہ ہوئی ہو۔ مگر اس پورے علاقہ میں صرف شہداء کا مدفن "جوزک" ہی ایسا مقام ہے جہاں ہزار بمباریوں کے باوجود

بھی ایک گولی نہ لگی اور کوئی نقصان نہیں ہوا، اس قبرستان میں سارے درخت محفوظ ہیں، درخت محفوظ ہیں اور شہداء کی قبریں بھی محفوظ ہیں۔ علاقہ بھر کے کاریز (کنوئیں) تباہ کر دیئے گئے مگر مقبرۂ شہداء کے کاریز بھی محفوظ ہیں، حالانکہ اس مقبرہ کے ساتھ گاؤں تھا اس کے اثرات اور کھنڈرات تک مسمار کر دیئے گئے ہیں۔

ایک دوسرا واقعہ ہمارے اس دوست (جو سامنے بیٹھے تھے اور انگلیاں کٹی ہوئی تھیں) مولانا میر ہاشم صاحب کا ہے۔ یہ صاحب جہاد کے ایک معرکے میں زخمی ہوئے، شدید زخمی ہوئے، ہاتھوں کی انگلیاں کٹ کر اڑ گئیں، جسم سارا لہولہان تھا، بیہوشی تھی، ساتھیوں نے اسے نڈھال دیکھا اور یہ سمجھے کہ بس چند لمحوں کا مہمان ہے۔ چاروں طرف سے دشمنوں کا غلبہ تھا، گولیوں کی یلغار تھی، ہر ممکن کوشش کے باوجود موصوف کو اٹھا لانے کی کوئی صورت کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھی۔ بالآخر زخمی ساتھی کو اٹھا کر ساتھ والی غار میں آہستہ سے رکھ دیا اور خود معرکۂ جہاد میں کود گئے، چار روز تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی، ایسے میں اپنے رفقاء کو سنبھالنے کی فرصت کب تھی؟ ـــــ چوتھے روز جب مجاہدین کچھ سنبھلے اور اپنے شہداء کو سنبھالنے لگے تو مولانا میر ہاشم کے پاس بھی پہنچ گئے، تین چار ہزار مجاہدین کا خیال تھا کہ موصوف نے دم دے دیا ہوگا مگر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اسی غار سے تھوڑی سی اوٹ میں ایک طرف بیٹھے ہیں، اس دوران بارشیں بھی ہوتی رہیں، موصوف کے زخموں میں کیڑے پڑ گئے تھے، پانچ روز تک مجاہدین اس کے وجود سے کیڑے نکالتے رہے۔ موصوف اب بھی خدمت علم دین میں مصروف ہیں تعطیلات میں جہاد میں جاتے ہیں ـــ جب خدا چاہتا ہے تو اس طرح محفوظ رکھتا ہے۔

بقیہ ص۵۱ سے ــــ اپنی تسبیح

کے لئے خدائی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس حقیقت سے غافل ہونے کی قدرت بخشی ہے ورنہ وہ ہمیشہ حیران و پریشان رہتا۔ اور ہمیشہ موت کے متعلق ہی سوچتا رہتا۔

مجھے زندگی نے یہ سبق بھی دیا ہے کہ کسی نعمت کی قدر و قیمت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

اسی طرح یہ سبق بھی ملا ہے کہ میری امیدیں اور تمنائیں اتنی زیادہ نہیں ہونی چاہئیں کہ کسی مقام پر رکنے کا مجھے پتہ ہی نہ رہے۔ جب قسمت مجھے دھوکہ دے جاتی ہے تو میں تھوڑی سی چیز پر ہی اکتفا کر لیتا ہوں۔

مجھے زندگی سے یہ سبق بھی ملا ہے کہ میں ہر روز کچھ نہ کچھ سیکھتا ہوں اور اس تعلیم کا سلسلہ اسی وقت ختم ہوگا جب جسم و جان کا رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ اور کیا پتہ کہ اگر میں زندہ رہا تو کل کیا سیکھوں گا۔

ابو محفوظ الکریم معصومی

التفسیر المظہری کا ناقدانہ جائزہ

۲۔ اب ایک ایسی مثال پیش کی جاتی ہے جس سے خود بغوی سے ان کے اختلاف کی شان نمایاں ہو گی اور پتہ چلے گا کہ اخذ و اقتباس جس سے کوئی مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں بھی حضرت قاضی علیہ الرحمہ اپنی عمیق بصیرت کا بھرپور استعمال کہاں تک کرتے ہیں۔

آیت شریفہ (البقرہ ۱۸۷) وابتغوا ما کتب اللہ لکم کی تفسیر میں مختلف اقاویل کے ساتھ بغوی کا قول نقل کرتے ہوئے صاف لفظوں میں حسب ذیل تبصرہ کرتے ہیں۔

قال البغوی قال معاذ بن جبل ابتغوا ما کتب اللہ لکم۔ یعنی لیلۃ القدر۔ قلت وھذا بعید من السیاق[۱۵]

فتح القدیر شوکانی میں یہی تفسیر بحوالہ ابن جریر، ابن المنذر و ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے اور بحوالہ تاریخ البخاری حضرت انس سے مروی ہے۔ لیکن مفسر نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔[۱۶] البتہ اس سے پہلے بقدر یک صفحہ فاصلہ پر سیاق سے بظاہر قریب یا قریب تر اقوال نقل کرنے کے ساتھ یہ جملہ بھی لکھا ہے۔

"وقیل غیر ذلک مما لا یفیدہ النظم القرآنی"۔[۱۷]

غالباً اس سے اشارہ اسی روایت کی طرف ہے جسے بغوی نے معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

نواب علیہ الرحمہ نے فتح البیان میں شوکانی کے الفاظ ایک جگہ سے نقل کرتے ہوئے دوسری جگہ سے روایت کے الفاظ بھی نقل کر دیے ہیں۔ اور آخر میں شوکانی کا پورا فقرہ یوں جوڑ دیا ہے۔

"وقیل ابتغوا لیلۃ القدر وقیل غیر ذلک مما لا یفیدہ النظم القرآنی"

اسی طرح "لیلۃ القدر" کی اثری و روایتی حیثیت جو شوکانی کی تفسیر میں بصراحت نظر آتی ہے وہ نواب مرحوم کے یہاں ختم ہو گئی اور لیلۃ القدر کا اثر جس پر شوکانی خاموش ہیں از قبیل دیگر اقوال نقل ہو کر رہ گیا ہے ان الفاظ سے نظم قرآنی یا سیاق کی ہم آہنگی کے مسئلہ کی طرف توجہ سرے سے نہیں دی گئی۔ صاحب المظہری